اسقاطِ حمل کے شرعی احکام
عصری تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر ظہور اللہ الازہری*
ڈاکٹر محمد تاج الدین**

ABSTRACT

Human beings are the masterpieces of the Creator of the universe and He enjoined them to preserve human life. One form of the preservation of life is the utmost care for the rights of even an embryo. The study of the rights of the embryo laid down in the primary scriptures of Islam suggests that the embryo is accorded respect like living people. The rights of children start well before their birth. At present, cases of abortion are reported daily. Muslim jurists have dwelled on ordinances about abortion for the benefit of people. At present, medical science has revealed all the stages of childbirth from conception to delivery. The effects of abortion, both positive and negative, are not hard to grasp in the light of modern scientific research Not to talk of living people, Islam guarantees the life of the early developmental stage of a baby within the uterus of the mother. This extraordinary care for a child during its embryonic period demonstrates that Islam attaches high priority to human life even before its start on the face of the Earth. Should one abort without a legitimate cause, the legal experts from the main schools of Islamic jurisprudence hold that the perpetrator will pay a fine and make compensation. If, on the other hand, a fetus is removed from the womb to end a

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور
** سینئر ریسرچ سکالر فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ماڈل ٹاؤن لاہور

pregnancy as it may harm a woman physically, it is allowable; only a healthy mother may give birth to healthy babies. In a like manner, when a couple feels unable to train and educate so many kids, they may have an operation to end a pregnancy by removing an embryo. However, while resorting to abortion, parents must not lose sight of the do's and don'ts of abortion jurists have laid down and not just fall victim to the catchy slogan of "family planning".

Keywords: اسقاطِ حمل، منصوبہ بندی، حمل، جنین،

اسقاطِ حمل اس وقت دنیا میں بہت بڑا مسئلہ ہے۔ ہر سال دنیا میں چالیس سے پچاس ملین عورتیں اسقاطِ حمل کراتی ہیں اور ایک دن میں تقریبا ایک لاکھ پچیس ہزار حمل گرائے جاتے ہیں۔[1] یہ انسانیت کی تذلیل اور بہت بڑا جرم ہے۔ امریکی دانشور اور حکمران جو دنیا کو تہذیب سکھانے کی باتیں کرتے ہیں ان کا اپنا حال یہ ہے کہ وہاں اسقاطِ حمل کی صورت حال پوری دنیا سے زیادہ خطرناک ہے۔ Finer LB نے اس سنگین مسئلے کی طرف توجہ دلانے کی کوشش کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

In the USA, where nearly half of pregnancies are unintended and four in 10 of these are terminated by abortion.[2]

امریکہ میں، جہاں تقریبا نصف حمل غیر اعلانیہ ہوتے ہیں اور ان میں سے 10 میں سے چار اسقاطِ حمل کے ذریعے ختم کر دیئے جاتے ہیں۔

ایک اور امریکی مصنف آر کے جونز نے اس سنگین صورت حال کو بیان کیا ہے:

There are over 3,000 abortions per day. Twenty-two percent of all pregnancies in the USA (excluding miscarriages) end in

[1] - https://www.worldometers.info/abortions/

[2] -Finer LB and Henshaw SK, Disparities in rates of unintended pregnancy in the United States, 1994 and 2001, *Perspectives on Sexual and Reproductive Health,* 2006, 38(2):90–96.

abortion.[1]

وہاں ہر روز 3،000 سے زیادہ اسقاطِ حمل ہوتے ہیں۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ہونے والے تمام حمل کے بائیس فیصد (جو حمل خود گر جاتے ہیں ان کو چھوڑ کر) کا خاتمہ اسقاطِ حمل پر ہوتا ہے۔

امریکہ اور یورپ میں اس کے متعدد اسباب میں سے بنیادی اسباب تین ہیں:

۱۔ ان میں سے اکثر لوگ کسی دین کے پیروکار نہیں رہے اس لیے ان کے ہاں گناہ ثواب کا تصور بھی مفقود ہو چکا ہے۔

۲۔ یہ اسقاطِ حمل کو عورت کا حق سمجھتے ہیں۔ یعنی کہ عورت چاہے تو بچہ جنم دے اور چاہے تو اس کو ضائع کر دے، یہ اس کا حق ہے۔

۳۔ بچے جنم دینے کو دنیوی عیش و عشرت میں رکاوٹ خیال کرتے ہوئے اس سے چھٹکارا حاصل کر لیتے ہیں۔

اسلامی ممالک میں بھی یہ وباعام ہوتی جارہی ہے اور اس کا بنیادی سبب مغربی تہذیب ہے۔ بعض لوگ اس کو ماں باپ کا حق سمجھتے ہیں اور اس قبیح فعل کی سنگینی کا انہیں اندازہ نہیں ہوتا اس لیے یہ وبا عام ہو چکی ہے۔ اس آرٹیکل میں اسی سنگین مسئلہ کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔

اسقاطِ حمل کا مفہوم

اسقاطِ حمل کو عربی زبان میں ”الاجھاض“ اور انگریزی میں "Abortion" کہتے ہیں۔ ابن عابدین نے اجہاض کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

هو إنزال الجنين قبل أن يستكمل مدة الحمل.[2]

”حمل کی مدت مکمل ہونے سے پہلے جنین کا کسی طریقے سے اخراج اجھاض کہلاتا ہے۔“

---

[1] - Jones RK et al., Abortion in the United States: incidence and access t services, 2005, *Perspectives on Sexual and Reproductive Health,* 2008, 40(1):6–16

2 ۔ ابن عابدین الشامی، محمد بن محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین دمشقی (1252ھ)، رسائل ابن عابدین، کوئیٹہ، مکتبہ رشیدیہ 2: 411

اطباء کے ہاں اجہاض (اسقاطِ حمل) کی تعریف

ڈاکٹر محمد البار اپنی کتاب "خلق الانسان بین الطب و القرآن" میں اجہاض کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> يعرف الاجهاض أو السقط في الطب بأنه خروج محتويات الرحم قبل 22 أسبوعا من آخر حيضة حاضتها المرأة أو 20 أسبوعا من لحظة تلقيح البويضة بالحيوان المنوي.[1]
>
> "عورت کو آخری حیض آنے کے بعد رحم کے اندر چیز (علقہ یا مضغہ وغیرہ) کا بائیس ہفتوں سے پہلے نکلنا یا عورت کی شرمگاہ کے اندر منی کے دخول کے بیس ہفتوں بعد نکلنا طب میں اسقاطِ حمل کہلاتا ہے۔"

اسقاطِ حمل کا حکم شرعی

اسقاطِ حمل دو صورتوں میں ہوتا ہے:

(الف) نفخ روح سے پہلے

(ب) نفخ روح کے بعد

حمل میں روح کب پھونکی جاتی ہے۔ اس بارے میں اکثر علماء کی رائے یہی ہے کہ یہ مدت ایک سو بیس (۱۲۰) دن ہوتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> "إنَّ أحدَكُم يُجمَعُ خلقُهُ في بطنِ أمِّهِ أربعينَ يوماً ثمَّ يَكونُ في ذلك عَلقةً مثلَ ذلِكَ، ثمَّ يَكونُ مضغةً مثلَ ذلِكَ، ثمَّ يرسلُ الملَكُ فينفخُ فيهِ الرُّوحَ ويؤمرُ بأربعٍ، كلِماتٍ: بكَتبِ رزقِهِ وأجلِهِ وعملهُ وشقيٌّ أو سعيد"[2]

علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حمل میں نفخ روح (یعنی استقرار حمل کے ۱۲۰ دن گزر جانے) کے بعد اسقاطِ حمل حرام ہے اور اس اسقاط کو کسی شخص کو قتل کرنے کے مترادف سمجھا جائے گا اور اسقاط کا سبب بنے

---

1 ۔الدکتور محمد علی البار، جدة، الدار السعودية للنشر والتوزيع، 1991م، خلق الانسان بين الطب والقرآن: 431

2۔ مسلم، ابو الحسین ابن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری (261ھ)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔س۔ن۔، کتاب الایمان، باب بیان الکبائر و أکبرها ،رقم الحدیث: 1543

والے شخص پر غرہ لازم آئے گا خواہ وہ ماں یا باپ ہوں۔ اگر ان میں سے بھی کسی نے اسقاطِ حمل کرایا تو یہ جرم ہے اور ایسا کرنے کی صورت میں اس پر بھی غرہ لازم آئے گا۔[1]

روح کے پھونکے جانے کے بعد اسقاطِ حمل کے حرام ہونے کی دلیل باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾[2]

" اور اس جان کو قتل نہ کرو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے مگر حق کے ساتھ۔"

قتل نفس کی حرمت بیان کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اجتنبوا السبع الموبقات قيل يا رسول الله وما هن قال الشرك بالله والسحر وقتل النفس التي حرم الله إلا بالحق وأكل مال اليتيم وأكل الربا والتولي يوم الزحف وقذف المحصنات الغافلات المؤمنات"۔[3]

"سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو، عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ کون سے سات گناہ ہیں؟ فرمایا: کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا، جادو کرنا، ناحق قتل کرنا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، جہاد سے بھاگنا اور پاک دامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا۔"

مذکورہ بالا آیت مبارکہ اور حدیث مبارک سے واضح ہوا کہ کسی بھی "نفس" کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ پس جس طرح ایک زندہ انسان نفس ہے اسی طرح وہ حمل جس میں روح پھونکی جا چکی ہو وہ بھی ایک " نفس " ہے لہٰذا سانس پھونکے جانے کے بعد حمل ضائع کرنا زندہ شخص کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔

نفخ روح سے پہلے اسقاطِ حمل

اس امر میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی عذر نہ ہو اور چار ماہ گزرنے سے پہلے اسقاطِ حمل کرایا جائے تو پھر اس کا کیا حکم ہے؟ اس بارے میں دو آراء ہیں:

1 ۔ابن عابدین الشامی، محمد بن محمد امين بن عمر بن عبدالعزيز عابدين دمشقی (125ھ)، رد المحتار على الدرالمختار۔ بيروت، لبنان، دار الفكر، 1421ھ/2000ء، 239/5، ابن قدامه، ابو محمد عبد الله بن احمد المقدسی (620ھ)۔ المغنى فی فقه الإمام احمد بن حنبل الشيبانی۔ بيروت، لبنان: دار الفكر، 1405ھ۔، 8: 815

2 ۔الاسراء ، 17: 33

3 ۔مسلم، ابو الحسين ابن الحجاج بن مسلم بن ورد قشيری نيشاپوری (261ھ)۔ الصحيح۔ بيروت، لبنان: دار احياء التراث العربی۔س۔ن۔، كتاب الايمان، باب بيان الكبائر و أكبرها ، رقم الحديث: 89

۱۔اسقاطِ حمل بغیر کسی وجہ کے بھی جائز ہے۔
۲۔اسقاطِ حمل جس طرح نفخ روح کے بعد حرام ہے اسی طرح نفخ روح سے پہلے بھی حرام ہے۔

۱۔ اسقاطِ حمل کے جواز کے قائلین

حنبلی، شافعی[1]اور حنفی[2]مذہب کے مطابق اسقاطِ حمل جائز ہے کیونکہ جب تک اس میں روح نہیں پھونکی گئی ہم اس کو نفس یا شخص (Person) نہیں کہہ سکتے البتہ ان میں سے بعض کے نزدیک بلاعذر ایسا کرنا گناہ ہو گا۔

عذر سے مراد یہ ہے کہ حمل ہو جانے کے بعد عورت کا دودھ خشک ہو جائے اور اس عورت کا دودھ پیتا بچہ ہو جس کی موت کا اندیشہ ہو اور باپ اس حیثیت میں نہیں کہ اس کے لیے کسی دودھ پلانے والی کا انتظام کر سکے یا دودھ کا متبادل انتظام کر سکے۔

امام شامی اپنے فتاویٰ میں اسقاطِ حمل کی دلیل اس طرح بیان کرتے ہیں:

"ان الجنین ما لم تخلق له أعضاء فانه لا یکون آدمیا حتی تثبت له أحکام الآدمی من وجوب صیانته وحرمة الاعتداء علیه ولهذا فلا اثم فی اسقاطه حینئذ"۔[3]

"جنین کے جب تک اعضاء وجود میں نہیں آتے اس وقت تک اس کو آدمی نہیں کہہ سکتے۔ لہٰذا اس کے لیے آدمی والے احکام ثابت نہیں ہوتے کہ اس کی جان کا تحفظ کیا جائے اور اس پر زیادتی نہ کی جائے۔ لہٰذا اس کو اس حالت میں ضائع کر دینے پر کوئی گناہ نہیں ہو گا۔"

دکتور عبد الفتاح اس کی عقلی دلیل ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

انّ الجنین الذی لم تنفخ فیه الروح لایکون اسقاطه وأدا، لأنّ الوأد انما یکون لبدن حلت الروح یدل لهذا قول الحق سبحانه و تعالیٰ: " واذا الموء ودة سئلت بأی ذنب قتلت'' اذ الموء ودة لاتسأل الا اذا بعثت و لا یبعث الا ما حلت فیه الروح فما لم تحل فیه لا یبعث ولایکون الاعتداء علیه وأدا

1۔ہیثمی، ابو العباس احمد بن محمد بن علی ابن حجر (973ھ)۔ تحفة المحتاج في شرح المنهاج۔ بیروت، لبنان، احیاء تراث العربي،س۔ن۔ ج8، ص241

2 ۔رد المحتار،ج1, ص278

3 ۔رد المحتار: 5: 276

فلایحرم اسقاطه-[1]

"جنین جس میں روح نہ پھونکی گئی ہو اس کے گرانے کو وأد (زندہ در گور کرنا) نہیں کہیں گے کیونکہ "وأد" تو اس جسم کے لیے ہوتا ہے جس میں روح داخل ہو چکی ہو جس پر باری تعالیٰ کا یہ قول بھی دلالت کرتا ہے۔ ''واذا الموءودۃ سئلت بأیّ ذنب قتلت'' اور موءودۃ سے اس وقت تک سوال نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اس کو زندہ نہ کر دیا جائے اور کسی کو اس وقت تک زندہ نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اس میں روح نہ پھونکی جا چکی ہو۔ پس جب تک روح نہ پھونکی گئی ہو اور اس کو اٹھایا نہ جا سکتا ہو اس پر زیادتی کو واءد نہیں کہہ سکتے پس اس کو ضائع کرنا حرام نہ ہوا۔"

مفتی یمن کا فتویٰ

خاندانی منصوبہ بندی کے حوالے سے یمن سے ایک فتوی شائع ہوا ہے جس میں ایک شخص نے سوال کیا کہ ایک عورت جس کے پہلے ہی کافی بچے ہیں اب حاملہ ہو چکی ہے وہ اپنے شوہر کی رضامندی سے اسقاطِ حمل کرنا چاہتی ہے کیا یہ جائز ہے؟ اس کے جواب میں مفتی یمن نے لکھا ہے:

"الشریعة المطهرة لاتمنع من ذٰلک مع رضاء الزوج و بشرط أن لاتکون الروح قد نفخت فی الجنین وقد قررت الشریعة أن الروح تنفخ فی الطفل من أوّل الشهر الخامس"-[2]

"شریعت مطہرہ اسقاطِ حمل سے نہیں روکتی بشرطیکہ یہ زوج کی رضامندی سے ہو اور بشرطیکہ روح ابھی تک جنین میں نہ پھونکی گئی ہو اور شریعت نے یہ متعین کیا ہے کہ روح بچے میں (حمل ٹھہرنے کے بعد) پانچویں مہینے کے شروع میں پھونکی جاتی ہے۔"

اسقاطِ حمل کے عدم جواز کا موقف

مالکی مذہب کے مطابق جب مرد کی منی عورت کے رحم میں داخل ہونے کے بعد قرار پکڑ گئی یعنی بچہ بننے کا عمل شروع ہو گیا تو اب کسی طرح بھی اسے ضائع کرنا درست نہیں خواہ یہ چالیس دن سے پہلے ہو[3] مگر ان میں

1 ۔دکتور عبدالفتاح محمود ادریس، الاجھاض من منظور اسلامی: 32

2 ۔الاجھاض من منظور اسلامي: 46

3 دسوقي، محمد بن أحمد بن عرفة المالكي (المتوفى: 1230ھ)، حاشية الدسوقي على الشرح الكبير، 267:2، بيروت، لبنان، دار الفكر، س-ن-

سے بعض علماء کے ہاں چالیس دن سے پہلے منی کو خارج کرنا حرام نہیں البتہ مکروہ ہے۔ ان علمائے کرام نے اس سلسلے میں قیاس کو دلیل بنایا ہے۔

اگر کوئی شخص حالت احرام میں کسی پرندے کے انڈے توڑ دے تو اس پر دم لازم آتا ہے حالانکہ اصل حرمت تو پرندے کے شکار کرنے کی تھی۔ انڈوں کو پرندوں کے حکم میں شامل کرنے کا سبب یہ ہے کہ پرندے انڈوں سے ہی وجود میں آتے ہیں۔ لہٰذا انڈوں کو توڑنے والے پر بھی وہی حکم لگایا ہے جو پرندے شکار کرنے کا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شتر مرغ کے انڈے پیش کیے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إنا قوم حرم، أطعموه أهل الحل"۔[1]

"ہم حالت احرام میں ہیں۔ یہ کسی ایسے شخص کو کھلا دو جو حالت احرام میں نہ ہو۔"

اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حمل میں روح پھونکے جانے سے پہلے اگرچہ اس کو "نفس" یعنی ایک شخص تو نہیں کہہ سکتے مگر مستقبل میں اس سے چونکہ ایک فرد نے وجود میں آنا ہے لہٰذا اس وجود کو ضائع کرنا ایک جان ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

معاصر علماء نے بلاعذر اسقاطِ حمل کو حرام قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر وھبہ الزحیلی نے لکھا ہے:

"اتفق العلماء على تحريم الإجهاض دون عذر بعد الشهر الرابع أي بعد 120 يوماً من بدء الحمل،ويعد ذلك جريمة موجبة للغُرَّة، لأنه إزهاق نفس وقتل إنسان." [2]

"تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حمل کی ابتداء سے ایک سو بیس دن گزر جانے کے بعد بلاعذر حمل گرانا حرام ہے۔ ایسا کرنا جنایت ہے جو غرہ کو واجب کرتا ہے کیونکہ یہ فعل ایک جان اور ایک انسان کو ہلاک کرنا ہے۔"

1۔احمد بن حنبل، ابو عبد الله شيبانى 241ھ)۔ المسند۔ بيروت، لبنان: المكتب الاسلامى للطباعة والنشر، 1398ھ/1987ء.، مسند العشرة المبشرين بالجنة ، باب ومن مسند على بن أبى طالب، 1: 100، رقم الحديث: 783

2 ۔زحيلى،الاستاذ الدكتور وہبة بن مصطفى (2015ء)، الفقه الاسلامى وادلته، دمشق، شام، دارالفكر 1978ء، ج4،ص 196-197

ڈاکٹر وھبہ الزحیلی نے اسقاطِ حمل کے حوالے سے راجح قول کا تذکرہ درج ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

"وأرجح عدم جواز الإجهاض بمجرد بدء الحمل، لثبوت الحياة، وبدء تكون الجنين إلا لضرورة كمرض عضال أو سار كالسل أو السرطان، أوعذر، كأن ينقطع لبن المرأة بعد ظهور الحمل. وله ولد، وليس لأبيه ما يستأجر الظئر (المرضع)، ويخاف هلاك الولد."[1]

"زیادہ راجح یہ ہے کہ حمل ٹھہرتے ہی اس کا گرانا ناجائز ہو جاتا ہے اس لیے کہ اب اس کی زندگی کی ابتداء ہو چکی ہے اور زندگی وجود پذیر ہو چکی ہے۔ ہاں ضرورت کی وجہ سے گنجائش ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر کوئی شدید اور مہلک قسم کی بیماری ہو جیسے سل، کینسر یا کوئی عذر ہو جیسے حمل ٹھہرنے کے بعد عورت کا دودھ ختم ہو جاتا ہو، اس کی گود میں شیر خوار بچہ ہو، بچے کا باب دایہ کا انتظام نہ کر سکتا ہو اور بچے کے ہلاک ہو جانے کا خدشہ ہو۔"

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے اپنی رائے کا اظہار یوں کیا ہے:

وإني بهذا الترجيح ميَّال مع رأي الغزالي الذي يعتبر الإجهاض ولو من أول يوم كالوأد جناية على موجود حاصل.[2]

"مذکورہ قول کی وجہ سے میں امام غزالی کی رائے کی طرف مائل ہوں۔ وہ حمل گرانے کو زندہ در گور کرنے کی طرح قرار دیتے ہیں اگرچہ حمل کا پہلا دن ہو اس لیے کہ یہ وجود پذیر ہو جانے والی جان کے خلاف جنایت کا ارتکاب ہے۔"

علامہ یوسف قرضاوی بھی اسقاطِ حمل کے عدم جواز کے قائل ہیں۔[3]

شیخ محمود شلتوت بھی اگرچہ خاندانی منصوبہ بندی کے قائل ہیں مگر اسقاطِ حمل کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔[4]

1 ۔ زحیلی،الاستاذ الدکتور وہبۃ بن مصطفی (2015ء)، الفقه الاسلامی وادلته، دمشق، شام، دارالفکر 1978ء، ج4،ص 196-197

2 ۔أیضاً

3 ۔یوسف القرضاوی، فتاوی معاصرة، الکویت، دار القلم 1410ھ، ج2ص 547-293

4 ۔محمود شلتوت(1963م)، الفتاوی، القاہرہ، دار الشروق، 1975ء، ص289-293

راجح قول

اگر اسقاطِ حمل کے جواز اور عدم جواز کے دلائل کا تقابلی مطالعہ کریں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بلا ضرورت اسقاطِ حمل کرانا درست نہیں خواہ وہ کسی بھی مدت کا ہو۔ ہاں اگر کوئی ایسی مجبوری ہو جیسے بچے کی جان کو خطرہ ہو کہ بہت ہی کمزور پیدا ہو گا یا ماں اس قابل نہیں کہ بچے کو صحیح طرح سے جنم دے سکے اور اس کی جان کو خطرہ ہے یا پہلے سے پیدا ہونے والا بچہ کمزور ہے اور اس کی ابھی عمر کم ہے اور وہ دودھ پیتا ہے تو اس کے دودھ چھڑانے کی صورت میں اس کی جان کو خطرہ ہے تو ان تمام صورتوں میں نفخ روح سے پہلے اور بعد دونوں صورتوں میں اسقاط جائز ہو گا مگر یہ اس صورت میں ہے جب کسی مومن صالح اور متقی ڈاکٹر نے اس بارے میں تحقیق کے بعد خبر دی ہو کہ حمل ضائع نہ کرنے کی صورت میں ماں یا پیدا ہونے والے بچے کی جان کو خطرہ ہے۔

البتہ نفخ روح سے پہلے بھی بلا وجہ اسقاط کرانا شریعت کی منشاء کے خلاف ہے۔ طبی حوالے سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ اسقاط کرانے سے عورت کو کئی بیماریاں لاحق ہو سکتی ہیں جن میں سے ایک مستقل بانجھ پن بھی ہے۔ لہٰذا کوئی معقول وجہ ہو مثلاً بچوں کی پیدائش میں مناسب وقفہ نہیں اور پہلے بچے کی صحت کمزور رہ جانے یا بچوں کی پرورش میں کمی رہ جانے یا عورت کی صحت کے کمزور ہو جانے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں نفخ روح یعنی چار ماہ کی مدت سے پہلے اسقاط کرا سکتے ہیں۔ اور بلا ضرورت کرانا مکروہ ہو گا۔ اور ایسا کرانے والا گناہگار ہو گا۔

جنین پر جنایت کرنے کی سزا

جب کسی شخص نے حاملہ عورت کو پیٹ پر، پشت پر یا کسی اور عضو پر ضرب لگائی یا اسے دھکا دیا یا اس کو قتل کرنے کی دھمکی دی یا کسی وجہ سے خوف زدہ کیا جس کی وجہ سے اس نے نامکمل بچے کو وقت سے قبل جنم دے دیا تو ایسے فعل کا مرتکب شخص مجرم ہو گا۔ جس جنین پر زیادتی کی گئی ہے وہ جنین مذکر ہو یا مؤنث اور اس پر جنایت عمداً کی گئی ہو یا خطاء۔ اس زیادتی کے مرتکب شخص پر غرہ [1] لازم ہو گا۔

غرہ کے وجوب کی دلیل حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارک ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنی سوکن کو خیمہ کی ایک چوب سے مارا اس حال میں کہ وہ حاملہ تھی اور (اس ضرب سے) اس کو ہلاک

---

[1]۔ غرہ سے مراد غلام یا باندی دینا ہے اور اکثر فقہائے کرام کا یہی موقف ہے۔ جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک غرہ غلام یا لونڈی کے علاوہ گھوڑا یا خچر بھی ہو سکتا ہے۔ اگر غرہ موجود نہ ہو تو پھر اس کا بدل دراہم یا دنانیر کی شکل میں دیا جائے گا۔ احناف کے نزدیک یہ بدل ۵۰۰ درھم ہیں۔ امام مالک کے نزدیک چھ سو دراہم ہیں۔ شافعیہ کے ہاں پانچ اونٹ یا ان کی قیمت لازم ہو گی۔

کر دیا ان میں سے ایک عورت بنو لحیان کی تھی، راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقتولہ کی دیت، اور اس کے پیٹ کے بچے کے تاوان میں ایک باندی یا ایک غلام کا دینا لازم کیا، قاتلہ کے عصبات میں سے ایک شخص نے کہا: کیا ہم ایسے بچے کی دیت ادا کریں جس نے کھایا نہ پیا اور نہ چلایا ایسے بچہ کی دیت نہیں دی جاتی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''أسجع كسجع الأعراب، قال: وجعل عليهم الدية-''[1]

کیا یہ بدوؤں کی طرح مسجع مقفّی عبارت بول رہا ہے اور ان پر دیت لازم کر دی۔"

خاندانی منصوبہ بندی کے ممنوعہ طریقوں کی حرمت

اس سے پہلے کہ اس مسئلہ کی وضاحت کی جائے اور خاندانی منصوبہ بندی کے مختلف طریقوں کا حکم شرعی بیان کیا جائے عصر حاضر میں رائج اس کے مختلف طریقے بیان کیے جائیں گے۔

خاندانی منصوبہ بندی کے طریقے

خاندانی منصوبہ بندی کے لیے کئی طریقے استعمال کیے جاتے ہیں:

(الف) احتیاطی تدابیر اختیار کرنا تاکہ حمل نہ ٹھہرے

(ب) حمل ٹھہرنے کے بعد بچے کو ضائع کرا دینا یعنی اسقاطِ حمل

(ج) نس بندی یا نل بندی کرانا

(الف) احتیاطی تدابیر اختیار کرنا تاکہ حمل نہ ٹھہرے

یہ طریقے دو طرح کے ہیں:

۱۔ خاندانی منصوبہ بندی کے روائتی طریقے

۲۔ خاندانی منصوبہ بندی کے جدید طریقے یا مانع حمل طریقے

ا۔ خاندانی منصوبہ بندی کے روائتی طریقے

منصوبہ بندی کے روائتی طریقے درج ذیل ہیں:

ا۔ بچوں کو دودھ پلانا۔ عورت کے دودھ پلانے کے دنوں میں بھی حمل ٹھہرنے کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔

---

1 ۔مسلم ، الصحيح ، كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات، باب دية الجنين ووجوب الدّية فى قتل الخطأ وشبه الخطأ وشبه العمد علىٰ عاقلة الجانى، رقم الحديث: 1682

۲۔ عزل یعنی مادہ منویہ کو عورت کی شرمگاہ تک نہ پہنچنے دینا
۳۔ صرف محفوظ دنوں میں ملاپ کرنا

۲۔ خاندانی منصوبہ بندی کے جدید عارضی طریقے

عصر حاضر میں خاندانی منصوبہ بندی کے مختلف طریقے مختلف ممالک میں رائج ہیں۔ کم و بیش یہی طریقے پاکستان میں بھی متداول ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے:

(i) کنڈوم　　(ii) گولیاں
(iii) ٹیکے　　(iv) چھلا IUCD

مستقل حمل روکنے کے لیے آپریشن (نل بندی یا نس بندی کرانا)

یہ بچوں کی پیدائش روکنے کا مستقل طریقہ ہے جس کے اختیار کر لینے کے بعد دوبارہ بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ خاوند یا بیوی دونوں میں سے جو چاہے آپریشن کروا کر ہمیشہ کے لیے اس صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس طریقے کے رزلٹ عام طور پر سو فیصد ہی ہوتے ہیں بشرطیکہ آپریشن کوئی ماہر ڈاکٹر کرے۔

عورت کے آپریشن کو نل بندی کہتے ہیں۔ نل بندی میں زنانہ انڈے لانے والی نلیاں (ٹیوب) ایک خاص دھاگہ سے باندھ دی جاتی ہیں یا کاٹ کر دونوں سرے الگ الگ باندھ دیئے جاتے ہیں اس طرح مرد کے جرثوموں کو زنانہ انڈے تک پہنچنے کا راستہ باقی نہیں رہتا۔

اگر مرد کا آپریشن کر دیا جائے تو اس صورت میں مرد کی دونوں نسیں (ٹیوب) جو منی لے جاتی ہیں کاٹ کر کٹے ہوئے سرے سے وہیں پر الگ الگ باندھ دیئے جاتے ہیں۔ اس طرح منی کے جرثومے عضو تناسل میں نہیں پہنچ سکتے۔

آپریشن مرد کا ہو خواہ عورت کا دونوں صورتوں میں اولاد پیدا کرنے کا امکان ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس آپریشن کے بعد اولاد کی خواہش پیدا ہو تو اس کا کوئی حل نہیں۔

خاندانی منصوبہ بندی کی شرعی حیثیت

اب ہم خاندانی منصوبہ بندی کے رائج مختلف طریقوں کی شرعی حیثیت بیان کریں گے۔ اس کے معروف طریقے دو طرح کے ہیں۔

۱۔ عارضی طریقے　　۲۔ نس بندی یا نل بندی

خاندانی منصوبہ بندی کے عارضی طریقوں کا حکم شرعی

خاندانی منصوبہ بندی کے عارضی طریقوں کی تفصیل بیان کی جاچکی ہے۔ان تمام طریقوں یعنی عزل، کنڈوم اور چھلے کی صورت میں منی کو رحم میں داخل ہونے سے روکا جاتا ہے۔اب عزل کے جواز اور عدم جواز کی وضاحت کی جائے گی اور باقی تمام عارضی طریقے چونکہ اس کی ذیل میں آتے ہیں اس لیے ان کا بھی حکم شرعی وہ ہو گا جو عزل کا ہے۔

عزل

عزل کی شرعی حیثیت کے بارے میں دو اقوال ہیں:

ا۔عزل مکروہ ہے۔ ۲۔عزل جائز ہے۔

ا۔وہ فقہائے کرام جنہوں نے عزل کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ان کی دلیل حضرت جدامہ بنت وہب رضی اللہ عنہما کی روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں:

حضرت رسول الله ﷺ في أناس، وهو يقول: لقد هممت أن أنهى عن الغيلة، فنظرت في الروم وفارس، فإذا هم يغيلون أولادهم، فلا يضر أولادهم ذلك شيئا، ثم سألوه عن العزل، فقال رسول الله ﷺ: ذلك الوأد الخفي. (1)

”میں کچھ آدمیوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس وقت آپ فرمارہے تھے کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ دودھ پلانے والی عورتوں کے ساتھ جماع سے منع کروں پھر میں نے دیکھا کہ روم اور فارس دودھ پلانے والی عورتوں کے ساتھ جماع کرتے ہیں اور اس سے ان کی اولاد کو ضرر نہیں ہوتا۔پھر لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عزل کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: یہ حکماً زندہ درگور کرنا ہے۔“

اس حدیث مبارک سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عزل کرنا گناہ ہے اور یہ بچے کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔

عزل کا جواز

متقدمین اور متأخرین علمائے کرام میں سے اکثر کے نزدیک عزل جائز ہے۔

ان کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں:

---

1 ۔مسلم ، الصحیح، کتاب النکاح ، باب العزل ، رقم الحدیث: 1442

كنّا نعزل علىٰ عهد رسول االله ﷺ فبلغ ذٰلک نبیّ االله ﷺ فلم ینہنا عنه-[1]

"ہم رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں عزل کرتے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے ہمیں اس فعل سے منع نہیں فرمایا۔"

اسی مفہوم کی کثیر تعداد میں احادیث موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عمل آپ ﷺ کے زمانہ مبارک میں ہو رہا تھا اور ایک روایت میں اس طرح کہ الفاظ بھی ہیں "والقرآن ینزل" یعنی قرآن کے نزول کے دور میں بھی یہ عمل صحابہ کرام کا معمول تھا۔ اگر یہ عمل ناجائز ہوتا تو رسول اکرم ﷺ اس عمل سے منع فرما دیتے۔

مندرجہ بالا احادیث اور اقوال سے ثابت ہوا کہ:

۱۔ عزل جائز ہے مگر یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ جس وجود نے دنیا میں آنا ہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا لہٰذا یہ عمل بلا مقصد ہے۔

۲۔ خاندانی منصوبہ بندی کے لیے جس طرح عزل کرنا جائز ہے اسی طرح اس کے لیے جدید طریقوں کا استعمال بھی جائز ہے کیونکہ دونوں کا مقصد ایک ہی ہے۔ اسی لیے فقہائے کرام نے جدید طریقوں کے استعمال کو بھی جائز قرار دیا ہے۔

آپریشن (یعنی مستقل بانجھ پن) کی شرعی حیثیت

آپریشن کے ذریعے بچہ جننے کی صلاحیت سے محروم ہو جانے کے عمل کو خود اختیاری بانجھ پن کہتے ہیں۔ آپریشن اختصاء کی طرح ہے اور اس عمل سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنھما بیان فرماتے ہیں:

كنا نغزو مع رسول الله ﷺ وليس لنا شيء فقلنا ألا نستخصي فنهانا عن ذلك ثم رخص لنا۔[2]

"ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی معیت میں جہاد کرتے تھے اور ہمارے ساتھ (ہماری عورتوں اور لونڈیوں میں سے) کچھ نہیں ہوتا تھا تو ہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا: کیا ہم اپنے آپ کو خصی

1 ۔مسلم، الصحیح، کتاب النکاح، باب العزل، رقم الحدیث: 1440

2 ۔بخاری، الصحیح، کتاب النکاح، باب ما یکره من التّبتلّ والخصاء، رقم الحدیث: 4787

کرلیں؟تو آپ ﷺ نے ہمیں اس کام سے روک دیا۔[1]

رسول اکرم ﷺ نے اختصاء سے منع فرمایاہے اور اختصاء کا مطلب ہے مرد اپنے خصیتین نکلوادے تاکہ اس کی شہوت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے اور اس کے بعد چونکہ وہ قوت مردانہ سے محروم ہو جاتا ہے لہٰذا اس کی اولاد بھی نہیں ہو سکتی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایسے طریقے کو ناپسند فرمایا ہے جس سے انسان کی شہوت ختم ہو جائے اور وہ اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ رہے۔ نس بندی یا نل بندی یعنی آپریشن اسی اختصاء کی جدید صورت ہے۔ پس جس طرح اختصاء حرام ہے اسی طرح آپریشن کرانا بھی حرام ہے۔

بانجھ کرانے کے بارے میں شیخ الازہر کا فتویٰ

شیخ جاد الحق (سابق شیخ الازہر) کسی مرد یا عورت کے خود کو بانجھ کرنے یا کرانے کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

> فانه قد تقدم أن التعقيم بمعنىٰ جعل الانسان ذكرا كان أو أنثىٰ غير صالح للانجاب نهائيا وبصفة مستمرة بجراحة أو بدواء أو بأيّة وسيلة أخرىٰ (محظور شرعا) عند جمهور الفقهاء وذلک لما فيه من تعطيل الأنسال المؤدّى الىٰ ضرورة المحافظة علىٰ النّسل وهى احدىٰ الضرورات الخمس التى جعلها من مقاصده الأساسيّة فى تشريع أحكامه-[2]

> "اس سے پہلے یہ بحث گزر چکی ہے کہ اس طرح کا بانجھ پن کہ مرد یا عورت اپنے آپ کو اس طرح آپریشن کرالے کہ دوبارہ بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہو جائے اور یہ بانجھ پن ہمیشہ کے لیے ہو خواہ یہ آپریشن کے ذریعے ہو یا کسی ایسی دوا سے ہو یا کسی اور طریقے سے ہو یہ جمہور فقہائے کرام کے ہاں شرعاً ممنوع اور حرام ہے اور یہ اس لیے کہ انسان نسل کے بقا کی صلاحیت سے عاری ہو جائے گا اور نسل کی بقا یہ بنیادی پانچ ضروریات میں سے ہے جو کہ تشریع اسلامی کے بنیادی

1 ۔البتہ بعد میں اس عارضی نکاح کا حکم غزوہ خیبر کے موقع پر منسوخ ہو گیا۔(بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، رقم الحدیث: 3979۔)

2 ۔شيخ جاد الحق على جاد الحق، شيخ الازهر(1996م)، بحوث وفتاوىٰ اسلامية فى قضايا معاصرة، 2: 419

مقاصد میں سے ہے۔"

ان دلائل سے یہ ثابت ہوا کہ جس طرح حمل ٹھہرنے کے بعد بلاعذر اس کو ضائع کرنا گناہ ہے اسی طرح ایسا طریقہ اختیار کرنا جس سے مرد یا عورت بانجھ ہو جائے یہ بھی ناجائز ہے۔

نتائج بحث:

- اسقاطِ حمل دو طرح کا ہوتا ہے۔ ۱۲۰ دن سے قبل اور ۱۲۰ دن یعنی چار ماہ کے بعد۔ اکثر فقہاء کی رائے ہے کہ چار ماہ سے پہلے حمل ضرورت کے تحت ساقط کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ضرورت وہ جو اضطرار کے درجہ تک پہنچی ہو۔ مثلاً عورت کا رحم بچے کی پرورش کے قابل نہیں ہے۔ حمل کی تکلیف غیر معمولی طور پر زیادہ ہو اور زچہ اس کی متحمل نہ ہو۔ بچے کے ناقص الخلقت ہونے کا قوی امکان ہے۔ حمل کے ظہور کے بعد عورت کا دودھ ختم ہو جائے اور پہلے سے موجود شیر خوار بچے کے لیے باپ میں کسی دایا کو اجرت پر رکھنے کی استطاعت نہ ہو اور دیگر متبادل وسائل بھی نہ ہوں اور بچے کی ہلاکت کا اندیشہ ہو۔ رحم میں پرورش کی صورت میں عورت کی جان کو خطرہ ہے یا کسی عضو کے تلف ہونے کا قوی امکان ہے۔
- چار ماہ کے بعد کسی نے بھی اسقاطِ حمل کے جواز کا ذکر نہیں کیا بلکہ اسے قطعی طور پر حرام قرار دے قتل نفس شمار کیا ہے۔
- ایسے عارضی طریقے اختیار کرنا جس سے حمل نہ ٹھہرے، اکثر فقہاء کی رائے ہے کہ یہ جائز ہے۔
- آپریشن یا اس کے علاوہ کوئی بھی ایسا طریقہ اختیار کرنا جس سے انسان کی شہوت ختم ہو جائے اور وہ اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ رہے، ایسا کرنا حرام ہے۔